بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ

دنیائے کفر سے ۱۲۵ لڑائیاں لڑنے والے عظیم المرتبت مجاہد، جنگجو، بہادر،

اسلامی تاریخ کے اولوالعزم شمشیر آزما، نامور سپہ سالار اور عبقری جرنیل کا مختصر تعارف

مؤلف:

عطاء الرحمٰن نوری

M.A.,B.Ed.,MH-SET

Journalist

رابطہ:

atanoori92@gmail.com

9270969026

نام کتاب : سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

مؤلف : عطاء الرحمن نوری

کمپوزنگ : عطاء الرحمن نوری

ٹائٹل : عابد حسین عابد کمپیوٹر

طباعت : اقصیٰ آفسیٹ پریس، مالیگاؤں

صفحات : ۳۶

قیمت : 15/- (پندرہ روپئے)

سن اشاعت : ۱۴۳۷ھ/۲۰۱۶ء

تعداد اشاعت : ایک ہزار (۱۰۰۰)

اشاعت نمبر : ایک

ناشر : مکتبۂ طیبہ، مالیگاؤں

برائے ایصال ثواب

★ مرحوم حاجی محمد عمر خان، زہرہ پارک

★ مرحوم شیخ غفور شیخ کریم منیار، ہزار کھولی

راقم سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے جس نے مجھ سے ایسا کام لیا جو میری بساط سے باہر تھا۔اس کے بعد شاہکار دست قدرت پیغمبر اسلام ﷺ پر بے انتہا درود و سلام جن کا امتی ہونے کا مجھے شرف حاصل ہے۔

راقم اپنی پہلی ادنیٰ کاوش کو اپنے **والدین کریمین** سے منسوب کرتا ہے جن کی آغوش محبت میں پروان چڑھ کر راقم نے تعلیم و تربیت حاصل کی اور اپنے پیر و مرشد داعی کبیر حضرت **علامہ محمد شاکر علی نوری صاحب** (امیر سنّی دعوت اسلامی) کے نام جن کے روحانی فیضان نے آنے والی ہر مشکل کو دور کیا۔

کتاب کی اشاعت میں دل چسپی کا مظاہرہ کرنے والے انجمن فروغ اسلامی ادب کے ارکان کا راقم صمیم قلب سے ممنون ہے۔اللہ عزوجل ہمارے جملہ مقاصد حسنہ کی تکمیل کرتے ہوئے شرف قبولیت سے نوازے۔(آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم)

فقط

عطاء الرحمن نوری (مبلغ سنّی دعوت اسلامی)

۹/جمادی الاخریٰ ۱۴۳۷/ھ بمطابق ۱۹/مارچ ۲۰۱۶ء

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہٖ الکریم

امّا بعد!

فاعوذ باللہ مِنَ الشَّیطٰان الرَّجیم

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحِیم

الصلوٰۃ والسّلام علیك یا رسُول اللہ ﷺ

الصلوٰۃ والسّلام علیك یا حبیب اللہ ﷺ

صحابۂ کرام اوّلین داعیانِ اسلام ہیں۔اشاعتِ اسلام میں صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ایسی خدمات اب تا قیامت کسی اور سے ممکن نہیں ہے،اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ صحابۂ کرام نے براہِ راست مشکوٰۃ نبوت سے فیض حاصل کیا اور اخلاص،اخلاق،جہدِ مسلسل اور ہزاروں تکلیفوں کے باوجود اسلام کی عظیم خدمات انجام دیں۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے اس کارنامے پر صحابۂ کرام کو قرآن مقدس میں انتہائی معزز و محترم القابات کے ساتھ یاد فرمایا ہے۔یہ حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہی کی کوششیں تھی کہ آقائے کریم ﷺ کی ظاہری حیات میں کئی براعظموں میں اسلام پھیل چکا تھا اور وہاں کی زمین ”لاالٰہ الااللہ محمّد الرسول اللہ ﷺ“ کے لاہوتی کلمات سے گونج اٹھی تھی۔اس ضمن میں صحابۂ کرام نے تن من دھن کی قربانی دی،سر اور دھڑ کی بازی لگا دی اور انتہائی اخلاص کے ساتھ اللہ کے بندوں تک حضور ﷺ کا لایا ہوا دین پہنچایا۔بڑی بڑی آندھیاں پاش پاش ہوگئیں مگر ان کے پائے ناز کو متزلزل نہ کرسکی ، پہاڑوں کی

بلند بالا چوٹیاں سر اُٹھا کر ان مجاہدین اسلام کو ہدیۂ سلام پیش کر رہی تھی، صحابۂ کرام اور مجاہدین اسلام کے عزم و استقلال و استقامت کو دیکھ کر لق و دق صحراؤں کی بڑی بڑی وادیاں سمٹ جاتی، دریا راستہ فراہم کرتے اور شیر راستہ بتاتے ہوئے نظر آتے۔

یقیناً صحابۂ کرام اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ ان کی زندگی کے گوشوں کو نوجوانوں تک پہنچایا جائے۔ مگر بڑے افسوس کے ساتھ یہ بات کہنا پڑتی ہے کہ بعد میں آنے والوں کی حیات وخدمات پر تو بہت کچھ کام کیا گیا مگر صحابۂ کرام کی حیات وخدمات اور ان کے عظیم کارناموں سے نئی نسل ناواقف ہے۔ جماعتِ صحابۂ کرام میں ہر صحابی ممتاز، منفرد المثال، عظیم المرتبت اور اپنی مثال آپ ہے۔ چمنستانِ مصطفی ﷺ کے ہر گُل کا رنگ، خوشبو، نور اور نکہت جدا جدا ہیں، صحابۂ کرام کے انوارِ تجلیات اور محیر العقول واقعات آج بھی دل ودماغ کو منور کر رہے ہیں اور گلستانِ مصطفوی ﷺ کے گُلوں کی خوشبو مشامِ جاں کو معطر کر رہی ہے۔ انہیں میں ایک عظیم صحابی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جنہوں نے آقائے کریم ﷺ کے لائے ہوئے دین کی اشاعت کے لیے اپنا سب کچھ قربان کیا جنہیں جنگِ موتہ کے موقع پر پیغمبر اسلام ﷺ ''سیف اللہ'' کا عظیم خطاب عطا فرمایا۔ قبول اسلام سے پہلے جنگِ اُحد میں آپ نے اسلام کو کچھ نقصان ضرور پہنچایا مگر قبول اسلام کے بعد اللہ کی تلوار نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں کہ آج بھی تاریخ میں ان کے کارناموں کے انمٹ نقوش موجود ہے جو ہمیں جذبہ، حوصلہ، ہمّت اور جوانمردی کا درس دے رہے ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مزار شریف پر میری جب حاضری ہوئی تو وہاں میں نے لکھا ہوا پایا کہ آپ کو وقتِ وصال بڑی حسرت تھی کہ ''میں میدانِ جنگ میں شہید ہوتا، تلواروں کی ضربیں کھاتا اور بارگاہِ صمدیت میں سُرخرو ہوتا لیکن افسوس کہ بسترِ علالت پر موت آرہی ہے۔'' تاریخی حقائق وقرائن اس بات کے گواہ ہیں کہ آپ نے بے شمار جنگیں لڑیں، آپ کے جسم پر اُنگلی کے پورے کے برابر بھی کوئی جگہ ایسی باقی نہ تھی جہاں تیرو

تلوار کے زخموں کے نشانات نہ ہوں۔ ایسے عظیم اور جلیل القدر صحابی کی زندگی بھی ناولوں کی حد تک محدود تھی، عوامی سطح پر اور مستند حوالوں کے ساتھ آپ پر بہت کم کام ہوا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے سنی دعوت اسلامی کے بہترین رکن برادرِ محترم جناب عطاء الرحمٰن نوری کو کہ انہوں نے اس ضرورت کو محسوس کیا اور اپنی بساط بھر سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کے مختلف گوشوں کو یکجا کیا۔ یقیناً یہ کام ابھی بھی نامکمل ہے اس لئے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور ان کی خدمات پر جتنا لکھا جائے کم ہے کاش! کہ دیگر قلم کار حضرات بھی اس جانب توجہ دیتے تاکہ اس سلسلے میں مزید تحقیقی کام منظر عام پر آتا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ مؤلف کو مزید زورِ قلم عطا فرمائے اور ان سے دین وسنّیت کا ایسا کام لے جس سے اللہ اور اس کے پیارے رسول ﷺ راضی ہو۔

کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروڑوں درود

فقط

(آل رسول حضرت مولانا الحاج)

سید محمد امین القادری الرضوی الرفاعی صاحب

(نگراں سنی دعوت اسلامی)

۱۷ر جمادی الاخریٰ ۱۴۳۷ھ بمطابق ۲۷ر مارچ ۲۰۱۶ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

☆**نام:** ابوسلیمان خالد رضی اللہ عنہ

☆**والد کا نام ونسب:** ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن تیفتہ بن مرۃ۔ ''مرۃ'' شاہکار دست قدرت مصطفی جان رحمت ﷺ کے ساتویں دادا ہیں۔اس وجہ سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا شجرۂ نسب ساتویں پشت میں آپ ﷺ سے مل جاتا ہے۔

☆**والدہ کا نام ونسب:** آپ کی والدہ کا نام لبابہ صغریٰ بنت الحارث ہے۔آپ حضرت ام المومنین بنت حارث رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ہیں۔اس طرح حضور ﷺ حضرت خالد بن ولید کے حقیقی خالو ہیں۔

☆**خاندان:** حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے چھ بھائی اور دو بہنیں تھیں۔آپ کے بھائیوں میں ہشام اور ولید مسلمان ہوئے۔بہنوں میں سے ایک کی شادی حضرت صفوان بن امیہ کے ساتھ ہوئی تھی اور دوسری حارث بن ہشام کے ساتھ بیاہی گئی تھیں۔

آپ کے والد ولید کا شمار مکہ کے رؤسا میں ہوتا تھا، مکہ مکرمہ سے لے کر طائف تک ان کے باغات تھے، قبیلۂ مخزوم سے تعلق تھا جو قریش کے قبیلہ بنو ہاشم کے بعد مرتبہ میں دوسرے درجہ پر تھے، ثروت کا عالم یہ تھا کہ ایک سال بنو ہاشم مل کر غلاف کعبہ چڑھاتے اور ایک سال تنہا ولید غلاف چڑھاتے تھے۔ظہور اسلام کے وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی عمر تقریباً سترہ سال تھی۔ ایسے ماحول میں پرورش پائی جہاں شمشیر آرائی، نیزہ بازی، شہ سواری، جنگی داؤ پیچ اور جنگجویانہ سرگرمیوں کے علاوہ دوسرے اذکار بہت کم تھے۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ بچپن ہی سے نہایت پھرتیلے، نڈر اور صاحب تدبیر تھے۔جوان ہو کر آپ کی شجاعت کا رنگ اور نکھرا اور آپ قریش کے منتخب جوانوں میں شمار ہونے لگے۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی اپنے والد کی طرح قبول اسلام سے پہلے اسلام کے شدید مخالف تھے، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہر کارروائی میں آپ آگے آگے ہوتے تھے۔جنگ بدر و اُحد میں آپ کی صلاحتیں اسلام کے خلاف صَرف ہوئیں۔اُحد میں آخری مرحلے میں مسلمانوں کو جس تکلیف کا سامنا کرنا پڑا اس کی بڑی وجہ خالد بن ولید تھے۔

قبول اسلام

ابن سعد اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا تو میرے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی اور میری ہدایت کی بابرکت گھڑی آ پہنچی۔میں نے سوچا کہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے خلاف ہر محاذ پر برسرِ پیکار رہا مگر ہر دفعہ شکست و ہزیمت سے دوچار ہوا۔میرے دل میں رہ رہ کر خیال آتا تھا کہ میری ساری دوڑ دھوپ بے فائدہ اور لایعنی ہے اور حضرت محمد ﷺ عنقریب غالب آجائیں گے۔جب حضور ﷺ حدیبیہ میں تشریف لائے تو میں بھی مشرکوں کے گھوڑسوار دستے کی قیادت کرتے ہوئے روانہ ہوا۔مقامِ عسفان پر ہماری ملاقات ہوئی، میں خم ٹھونک کر مقابلے کے لیے اتر آیا۔ہمارے عین سامنے حضور ﷺ نے صحابۂ کرام کو ظہر کی نماز پڑھائی۔جب وہ مصروفِ نماز تھے تو ہم نے چاہا کہ ان پر حملہ کر دیں مگر ہم ایسا کرنے سے باز رہے۔شاید اسی میں بھلائی تھی۔ہمارے اس دلی ارادے سے حضور ﷺ آگاہ ہو گئے۔اس لیے حضور ﷺ نے عصر کی نماز ''صلوٰۃ الخوف'' کے طریقے پر پڑھائی۔آپ کے اس عمل پر ہم از حد متاثر و حیران ہوئے۔میں نے کہا: ''یہ شخص ناقابلِ تسخیر ہے، قدرت اس کی نگہبان ہے۔'' پھر ہم چلے گئے۔حضور ﷺ ہمارے لشکر کے معروف راستے سے ہٹ کر داہنی جانب سے آگے بڑھنے لگے۔پھر جب حدیبیہ کے مقام پر صلح ہوئی اور قریش نے اس صلح کے ساتھ حضور ﷺ کو واپس کر دیا تو میرے دل میں اندیشہ ہائے گوناگوں پیدا ہوئے۔میں نے سوچا۔۔۔۔۔۔۔اب کیا کرنا چاہیے؟ نجاشی کے پاس چلا جاؤں؟۔۔۔۔۔۔۔وہ تو (حضرت) محمد ﷺ کی اتباع کر چکا ہے اور ان کے صحابہ وہاں امن واسکون سے زندگی بسر کر رہے ہیں؟۔۔۔۔۔۔کیا ہرقل کے پاس چلا جاؤں؟ اپنا دین ترک کر کے یہودیت یا نصرانیت قبول کر لوں؟ اور عجم کا تابع کروں؟ جو آدمی یہاں رہ جائیں ان کے ساتھ اپنے گھر میں ہی رک جاؤں؟؟

میں اسی سوچ میں تھا کہ حضور ﷺ عمرۂ قضا کے لیے تشریف لے آئے۔ مجھے آپ کی آمد کا علم ہوا تو چھپ گیا اور جب آپ مکہ میں داخل ہوئے اس وقت میں وہاں نہ تھا۔ میرا بھائی ولید بن ولید نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا۔ [بیہقی اور ابونعیم رحمہا اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور ﷺ عشاء کی نماز پڑھتے تو آخری رکعت میں یہ دعا فرماتے تھے۔ ''اے اللہ! ولید بن ولید کو نجات عطا فرما''۔ (الخصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۵۹۹)] اس نے مجھے تلاش کیا، مگر میں کہیں نہ ملا، پھر اس نے میرے نام ایک خط لکھا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔

''بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ اَمَّا بعد! مجھے اس سے عجیب تر بات کہیں نظر نہ آئی کہ تم جیسا دانا اور عقل مند شخص اسلام سے گریز پا ہے۔ تمھیں اللہ تعالیٰ نے عقل وفکر کی بہترین صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ اسلام کی صداقت سے کون نادان پہلوتہی کرے گا۔ تیرے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے دریافت کیا اور پوچھا: خالد کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اسے آپ کی بارگاہ میں لے آئے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایسا ذی شعور آدمی اسلام کی حقانیت سے بے خبر نہیں رہ سکتا، اگر وہ تنہا اپنی جنگجویانہ صلاحیت کو مسلمان کے حق میں اور مشرکوں کے خلاف بروئے کار لاتا تو یہ اس کے لیے بہتر تھا اور ہم اسے سب پر فضیلت بخش دیتے''۔ برادرم! جو نقصان ہو چکا، اس کی تلافی کرلو، بڑے سنہری مواقع تم نے اپنے ہاتھ سے گنوا دیئے، اب سنبھل جاؤ''۔ (مرجع سابق)

جب میرے بھائی کا خط آیا تو میں فوراً تیار ہو گیا۔ اسلام کے ساتھ میری محبت میں اور اضافہ ہو گیا۔ خصوصاً رسول اللہ ﷺ کے فرمان سے میں از حد مسرور ہوا۔ میں نے خواب دیکھا کہ میں کسی تنگ اور بنجر سرزمین میں ہوں، پھر وہاں سے کشادہ سرسبز علاقہ میں نکل آیا ہوں، میں نے سوچا یہ بڑا اہم خواب ہے۔ جب ہم مدینۂ منورہ پہنچے تو میں نے کہا: میں (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے سامنے اپنا خواب بیان کروں گا۔ میرا خواب سن کر انہوں نے فرمایا: ''اس خواب کی تعبیر یہی ہے کہ تم وہاں سے نکل کر یہاں آئے ہو اور تمھیں

قبولِ اسلام کی توفیق مل گئی ہے۔ اور خواب میں جو تم نے تنگ و تاریک علاقہ دیکھا تھا دراصل کفر و شرک تھا جس میں تم پہلے تھے''۔ (مرجع سابق)

حضرت خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے بارگاہِ رسالت میں حاضری کا عزم مصمم کرلیا تو سوچا: کس کو اپنا رفیقِ سفر بناؤں؟ میں صفوان بن امیہ سے ملا اور کہا: اے ابو وہب! تم نے اپنی صورت حال کے بارے میں کیا سوچا ہے۔ ہم بڑے تجربہ کار جنگجو لوگ ہیں۔ پھر بھی محمد (ﷺ) عرب و عجم پر غالب آرہے ہیں۔ اگر ہم ان کے پاس جا کر ان کی اتباع کرلیں تو کیسا رہے گا؟ کیونکہ ان کی عزت ہماری عزت ہے۔ صفوان نے صاف انکار کر دیا، کہنے لگا: ''اگر ان کا کوئی بھی مخالف نہ بچا، پھر بھی میں ان کی اتباع نہیں کروں گا''۔ یہ باتیں کرنے کے بعد ہم دونوں نے اپنی اپنی راہ لی۔ میں نے سوچا اس کے شدید انکار کی وجہ یہ ہے کہ میدانِ بدر میں اس کا باپ اور بھائی مارے گئے تھے۔ پھر میں عکرمہ بن ابوجہل سے ملا۔ اس کے ساتھ بھی وہی باتیں کیں جو صفوان بن امیہ کے ساتھ کی تھیں۔ اس کا جواب بھی صفوان سے ملتا جلتا تھا۔ میں نے کہا: میری اس بات کا تذکرہ کسی کے سامنے نہ کرنا، اس نے کہا ٹھیک ہے، میں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ پھر میں اپنے گھر آ گیا۔ گھر والوں سے کہا: میری سواری تیار کرو۔ میں عثمان بن طلحہ سے ملاقات کرکے آتا ہوں۔ میں نے سوچا یہ میرا دوست ہے اس کے سامنے اپنا ارادہ ظاہر کرنا چاہیے۔ پھر مجھے یاد آیا کہ اس کے آبا و اجداد بھی قتل ہوئے تھے۔ لہٰذا اس کو یہ بات نہیں بتانی چاہیے۔ معاً خیال آیا، بھلا اس کو بتا دینے میں حرج ہی کیا ہے یہ میرا کیا بگاڑے گا۔ میں تو ابھی منزل کی جانب روانہ ہو جاؤں گا۔ چنانچہ میں نے اس کے سامنے حقیقت حال کھول کر بیان کر دی اور کہا: ''ہماری حالت اس لومڑ کی طرح ہے جو بل میں موجود ہو اس میں پانی کا ڈول ڈالیں تو وہ نکل آتا ہے''۔ پھر وہ ساری باتیں کر ڈالیں جو صفوان کے ساتھ کی تھیں۔ اس نے فوراً میری بات مان لی اور کہا: ''میں ابھی جانے کے لیے تیار ہوں، میری سواری موجود ہے''۔ میں نے ''یا جج'' کو جائے ملاقات کے لیے مقرر کیا کہ اگر وہ مجھ سے پہلے وہاں پہنچ گئے تو میرے لیے رکیں گے۔ اور اگر میں ان سے

پہلے پہنچ گیا تو پھر میں وہاں انتظار کروں گا۔سحری کے وقت ابھی پوری طرح اُجالا نہ ہوا تھا کہ ہم روانہ ہو گئے ۔ جب فجر طلوع ہوئی تو ہم ''یاجج'' کے مقام پر ایک دوسرے سے جا ملے، ہم چلتے رہے، جب ''ھدہ'' کے مقام پر پہنچے تو عمرو بن عاص سے ملاقات ہو گئی۔انہوں نے ہمیں مرحبا کہا۔ہم نے ان کے کلماتِ ترحیب کا جواب دیا، وہ بولے،تم کہاں جارہے ہو؟ ہم نے کہا تم کس لیے نکلے ہو؟ کہنے لگے پہلے تم بتاؤ ہم نے کہا: ''ہم اس لیے جارہے ہیں کہ دین اسلام قبول کر کے حضرت محمد مصطفی (ﷺ) کی غلامی اختیار کر لیں''۔انہوں نے کہا'' میرے آنے کا بھی یہی سبب ہے''۔حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر ہم تینوں،ہم سفر بن گئے ۔ مدینۂ منورہ پہنچ کر''حرہ'' میں سواریاں بٹھائیں۔ہمارے متعلق رسول اللہ ﷺ کو آگاہ کر دیا گیا۔آپ بہت خوش ہوئے۔میں نے اپنے بہترین کپڑے پہنے اور حضور ﷺ کے پاس حاضر ہونے کے لیے چل پڑا۔راستے میں اپنے بھائی سے ملاقات ہو گئی ۔انہوں نے کہا جلدی کرو،حضور ﷺ کو تمہاری آمد کا پتہ چل گیا ہے آپ بہت خوش ہیں اور تمہارا انتظار فرما رہے ہیں۔ہم تیز تیز چلنے لگے۔جوں ہی میں حضور ﷺ کے سامنے آیا آپ مجھے دیکھ کر مسکرانے لگے اور دیر تک مسکراتے رہے۔میں آپ کے پاس جا کھڑا ہوا اور ''السلام علیکم یا نبی اللہ'' کہا،آپ نے خندہ پیشانی سے میرے سلام کا جواب عطا فرمایا۔میں نے کہا''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں'' ۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس نے تمہیں ہدایت عطا فرمائی۔میرا یہی خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو فہم وفراست کی قوت عطا فرمائی ہے وہ تمہیں خیر وفلاح کے راستے پر گامزن کردے گی۔میں نے عرض کی''حضور! آپ جانتے ہیں کہ میں آپ کے مقابلے میں کئی جنگوں میں شریک ہوا ہوں۔آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ میری اس خطا کو معاف فرمادے''۔حضور ﷺ نے فرمایا:اسلام پہلے سارے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔
(الخصائص الکبریٰ، ج۱،ص ۶۰۱ تا ۶۰۵)

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا تھا کہ کفر پر غشی طاری ہو گئی۔آپ کے بعد عکرمہ بن ابوجہل بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔صلح حدیبیہ کے بعد مصطفی کریم ﷺ کی زندگی کے چار سال اور اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ادوارِ حکومت میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے کارناموں سے اسلام کی تاریخ مہرِ منیر کی مانند چمک رہی ہے۔مؤرخین کے مطابق حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے چھوٹی بڑی ۱۲۵ رلڑائیاں لڑیں اور ایک بھی لڑائی میں شکست نہیں کھائی۔(سیدنا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ،ص ۷)عرب میں مشہور تھا جس جنگ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ ہوں گے اس میں فتح غالب ہے۔آپ کثرت وقلت کے اعداد وشمار سے بے نیاز تھے۔نپولین،سکندر،ہٹلر اور دنیا کے بڑے سے بڑا کوئی جرنیل حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی پرچھائیں تک بھی نہیں پہنچ سکا۔جنگ موتہ سے لے کر ایران کی سب سے بڑی لڑائی تک کون سا موقع ہے جہاں اس اولوالعزم جرنیل کے انمٹ نقوش نے اسلامی تاریخ کو روشن نہیں کیا۔

سید امیر احمد اپنی کتاب ''خالد بن ولید'' کے صفحہ ۲۴۴ رپر لکھتے ہیں:

''آج قومی عصبیت کا دور دورہ ہے۔دنیا کی ہر قوم اور ہر ملک کے تاریخ نویس اس بات پر زیادہ سے زیادہ زور صرف کرتے ہیں کہ ان کے ہیرو کو دنیا کا سب سے بڑا انسان تسلیم کر لیا جائے۔تاریخوں میں بے شمار ایسے نام ملیں گے جن کے ساتھ فاتح اعظم،عظیم الشان سپاہی اور دنیا کا سب سے بڑا جرنیل وغیرہ وغیرہ القاب لکھے ہوئے ہوں گے لیکن اگر کوئی مؤرخوں کے عطا کردہ ان اعزازات کو دلیل اور انصاف کی ترازو میں تولنے لگے تو مایوسی اور افسوس کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔تحقیق کرنے والا دیکھے گا کہ محض قوم پرستی کے جوش میں بعض ایسے لوگوں کو بھی ان معزز خطابات سے نواز دیا گیا ہے جن کے قابل نفرت کارناموں کی وجہ سے تاریخ کے صفحات میں انہیں ادنیٰ سی پوزیشن نہیں ملنی چاہئے۔

لیکن حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کے حالات پڑھنے کے بعد ہر انصاف پسند اور صاف ذہن رکھنے والا انسان محسوس کرتا ہے کہ اسلام کے اس عظیم الشان سپاہی کے نام کے ساتھ

دنیا کا سب سے بڑا جرنیل بہت ادنیٰ درجے کا خطاب ہے، اس کے محیر العقول کارنامے دلیل بن کر قدم قدم پر مطالبہ کرتے ہیں کہ نہ صرف اسلام کی بلکہ دنیا کی تاریخ میں اسے وہ مقام دیا جانا چاہیئے جس کے قابل دنیا کے کسی فاتح، کسی جرنیل اور کسی سپاہی کو نہیں سمجھا گیا۔

یقیناً دوسری قوموں اور ملکوں کی تاریخوں میں بھی ایسے لوگوں کے تذکرے ملیں گے جنہوں نے اپنی تلواروں اور تدبیر کی بدولت زمانے سے اپنا لوہا منوایا۔ جنہوں نے بڑے بڑے معرکے سَر کر کے قوموں کی قسمتیں اور دنیا کا نقشہ بدل دیا۔ لیکن اپنی پوری زندگیوں میں کتنی بار انہوں نے یہ کارنامے انجام دیئے؟ جن قوموں اور ملکوں کو انہوں نے شکست دی، ان کی حربی قوتیں کیا تھیں؟ اور خود ان کے جلو میں کتنی قوموں کے پھریرے تھے؟ اگر ان سوالوں پر غور کیا جائے تو دنیا کے فاتحین کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں ہرگز نہیں لایا جاسکتا۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہمیشہ قوت کے نشے میں سرشار ہو کر طاقت ور قوموں نے اپنی کمزور ہمسایہ قوموں پر یلغار کی اور شہنشاہوں کے تنخواہ دار مؤرخوں نے ظلم وزیادتی کی ان داستانوں کو شجاعت اور شہادت کا ملمع چڑھا کر تاریخ کے اوراق کی زینت بنا دیا۔

بخت نصر، جولیس، سکندر، نپولین اور دنیا کے دوسرے فاتحین کی داستانوں کا تجزیہ کرنے کے بعد صرف یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ طاقت نے کمزوری کو، کثرت نے قلت کو اور ظلم نے مظلومی کو فتح کیا۔ ان فاتحین کی داستانوں میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی داستان، ایسا رنگ کہاں کہ ہمیشہ مظلومی نے ظلم کے گریبان کی طرف ہاتھ بڑھایا ہو، قلت نے کثرت کو چیلنج کیا ہو، بے سروسامانی نے ساز وسامان والوں سے ٹکر لی ہو، پا پیادہ غازیوں نے آہن پوش سواروں کو نیچا دکھایا ہو۔ دنیا کے دوسرے فاتحین کی داستانوں میں ایسے تابندہ ٹکڑے کہاں کہ جنگ یرموک میں دشمن کے ساٹھ ہزار فوج کے مقابلے کے لئے حضرت خالد رضی اللہ عنہ صرف ساٹھ مجاہد لے کر نکلے ہیں اور اس شان سے فتح حاصل کرتے ہیں کہ دشمن پیٹھ پھیر کر دیکھنے کی جرات بھی نہیں کرتا۔ جنگ موتہ میں مسلمانوں کی کل تعداد تین ہزار تھی اور رومی ایک لاکھ سے اوپر تھے۔ پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ایسے وقت فوج کی کمان سنبھالی تھی۔

جب حضرت زید بن حارثہ، حضرت جعفر طیار اور حضرت عبداللہ بن رواحہ تینوں جلیل القدر سالاروں کی شہادت کے باعث مسلمانوں کے حوصلے پست ہو رہے تھے لیکن انہوں نے اپنی خداداد قابلیت اور بے مثل شجاعت سے ایک لاکھ رومیوں کو شکست فاش دی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی یہ کتنی بڑی خصوصیت ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں کم وبیش سوا سو لڑائیاں لڑیں۔ جن میں ان کی فوجی طاقت دشمن کے مقابلے میں انتہائی کم ہوتی تھی مگر کسی ایک لڑائی میں بھی شکست نہیں کھائی۔ واٹرلو کی شکست کا حال پڑھ کر نپولین کے یہ الفاظ بالکل مذاق معلوم ہوتے ہیں کہ ''ناممکن'' مہمل لفظ ہے اسے لغات سے خارج کر دینا چاہیئے لیکن حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا ہر واقعہ اس فقرے پر گواہی دیتا ہے۔''

سیف اللّٰہ کا خطاب

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے کچھ عرصہ بعد ہی ''غزوۂ موتہ'' پیش آیا۔ مصطفیٰ کریم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار بنایا اور حفظ ماتقدم کے طور پر فرمایا اگر زید شہید ہوں تو جعفر سپہ سالار ہوں گے اور اگر جعفر شہید ہوں تو عبداللہ ابن رواحہ سپہ سالار ہوں گے اور ان کی شہادت کے بعد فوج جسے مناسب سمجھے سپہ سالار بنالے۔ (ضیاء النبی ﷺ، ج ۴، ص ۳۶۴)

حدیثِ بخاری میں ہے کہ جس وقت موتہ میں جنگ لڑی جارہی تھی، عین اسی وقت مسجد نبوی شریف میں حضور نبی کریم ﷺ صحابۂ کرام کے سامنے جنگ کا آنکھوں دیکھا حال بیان فرمارہے تھے حالاں کہ اس وقت تک کوئی قاصد مدینۂ منورہ میں نہیں آیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''لو دیکھو جنگ شروع ہوئی، اب میرا زید شہید ہو گیا، پھر کچھ دیر بعد فرمایا: اب میرا جعفر شہید ہو گیا'' یہ بیان فرماتے وقت آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب تھا۔ [اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ کو دونوں (حضرت زید رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ) سے بڑی محبت تھی، حضرت جعفر آپ کے چچا حضرت ابوطالب کے بیٹے تھے اور اولین صحابہ میں آپ کا شمار ہوتا تھا، [اعلانِ] نبوت کے پانچویں سال جب مکہ میں

کفار نے مسلمانوں کا جینا محال کر دیا تھا تو آپ حکم رسول ﷺ سے حبشہ کی جانب ہجرت فرما گئے اور حبشہ میں پیغمبر اسلام ﷺ کے سفیر کی حیثیت سے تقریباً ۱۲؍سال قیام پذیر رہے اور دین اسلام کی تبلیغ کا حق بھی ادا کیا۔شاہِ نجاشی آپ کی دعوت پر مسلمان ہوئے۔۷؍ ہجری فتح خیبر کے موقع پر آپ اپنے تمام مسلمان ساتھیوں کو لے کر مدینہ شریف آتے ہوئے خیبر کے مقام پر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، آپ کو دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا:''میں بتا نہیں سکتا کہ آج مجھے فتح خیبر کی زیادہ خوشی ہے یا جعفر بن ابو طالب کے آنے کی۔''(ضیاء النبی ﷺ، ج ۴، ص ۲۵۸) اور آپ نے خیبر کے مالِ غنیمت میں سے انہیں اور ان کے ساتھیوں کو بھی حصہ دیا۔]

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا:''اب علَم میرے عبداللہ ابن رواحہ نے اٹھالیا ہے اور گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہے''، کچھ دیر جنگ کے حالات ملاحظہ فرماتے رہے اور پھر فرمایا:''اب میرا عبداللہ ابن رواحہ بھی شہید ہو گیا ہے۔''حضرت عبداللہ کی شہادت کے بعد مسلمانوں نے مل کر صلاح و مشورے سے حضرت خالد بن ولید کو سپہ سالار چن لیا۔مسجد نبوی شریف میں بیٹھ کر غیب داں نبی ﷺ نے فرمایا:''اب اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے جھنڈا سنبھالا، اب مسلمانوں کو خیر ہے۔''ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:''اے اللہ! خالد تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے اس کی مدد فرما۔''(ضیاء النبی ﷺ، ج ۴، ص ۳۷۵)

اس جنگ میں مسلمانوں کی فتح نے دشمنان اسلام کی آنکھیں کھول دیں جو اپنی کثرت کے بل بوتے پر شمع اسلام کو گل کر دینا چاہتے تھے۔معتبر روایتوں کے مطابق اس جنگ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فن حرب و ضرب کے وہ جوہر دکھائے کہ دشمن عش عش کر اُٹھے، اس جنگ میں آپ کے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں۔حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فتح یاب ہو کر موتہ سے واپس مدینہ پاک پہنچے تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آنکھوں دیکھا حال جو نبی پاک ﷺ نے بیان فرمایا تھا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے بیان

کیا تو آپ نے تصدیق کی کہ واقعی ایسے ہی ہوا تھا اور پھر نبی کریم ﷺ نے آپ کو''سیف اللہ''کا لقب دیا۔(غزوات میں معجزاتِ رسول ﷺ، ص؍۱۴۱)

تیری دوستی سے پہلے مجھے کون جانتا تھا
تیرے عشق نے مجھے انمول کر دیا

فتح مکہ میں کارکردگی

وہ مقدس گھر جس کی تعمیر کا شرف امام الموحدین جدالانبیا والمرسلین سیدنا ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام کو مرحمت فرمایا گیا اور جس کی تعمیر کا مقصد سیدنا خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بصد عجز و نیاز بارگاہِ خداوندی میں بایں الفاظ عرض کیا تھا:''اے میرے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد ایک نالے میں بسائی جس میں کھیتی نہیں ہوتی تیرے حرمت والے گھر کے پاس۔اے ہمارے رب اس لیے کہ وہ نماز قائم رکھیں''۔(سورۂ ابراہیم، پ ۱۳، ۳۷، کنز الایمان)

صد حیف! وہ گھر صد ہا سالوں سے صنم کدہ بنا ہوا تھا، وہاں اللہ وحدہ لاشریک لہٗ کی عبادت کی بجائے پتھر سے گھڑے ہوئے سینکڑوں اندھے، بہرے، گونگے اور بے جان بتوں کی پوجا پاٹ بڑی دھوم دھام سے ہو رہی تھی۔اس مقدس گھر کو کفر و شرک کی آلودگیوں سے پاک کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب شاہکارِ دستِ قدرت مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کو مبعوث فرمایا۔روزِ بعثت سے لے کر ۸؍ہجری تک یہ اکیس سالہ عرصہ پیغمبر اسلام اور دین اسلام کے لیے بڑا صبر آزما تھا۔صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کرنے کے سبب پیغمبر اسلام ﷺ نے مکہ کی طرف کوچ فرمایا۔نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حکم دیا کہ منادی کرنے والے لشکر اسلام کی اقامت گاہوں میں جا کر یہ اعلان عام کریں کہ صبح سویرے ہر قبیلہ کے جوان اپنی سواریوں پر زینیں اور کجاویں کس لیں اور ہر قبیلہ اپنے قائد کے ساتھ اپنے جھنڈے کے پاس کھڑا ہو جائے اور اپنے اسلحہ اور سامان جنگ کی پوری طرح نمائش کرے۔حضور ﷺ کے حکم کے مطابق لشکر اسلام کو یوں ترتیب دیا گیا، حضرت ابو عبیدہ بن جراح مقدمۃ الجیش کے قائد مقرر ہوئے، حضرت خالد بن ولید کو میمنہ پر متعین کیا گیا، حضرت زبیر بن عوام میسرہ کے قائد

بنائے گئے اور قلب لشکر میں خود حضور رحمت عالم ﷺ تشریف فرما ہوئے۔ حضرت خالد بن ولید، بنی سلیم کے سالار مقرر ہوئے تھے، بنی سلیم کی تعداد ایک ہزار تھی، ان کے پاس دو جھنڈے اور ایک پرچم تھا، ایک جھنڈا عباس بن مرداو اور دوسرا خفاف بن ندبہ کے پاس تھا جب کہ اس قبیلہ کا پرچم حجاج بن علاط نے تھاما ہوا تھا۔ حضرت خالد بن ولید کا یہ چاق و چوبند دستہ ابوسفیان کے پاس سے گزرا تو انہوں نے تین بار بلند آواز سے نعرۂ تکبیر لگایا اور آگے بڑھ گئے۔ ابوسفیان نے حضرت عباس سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے اسے بتایا کہ یہ خالد ہے۔ ابوسفیان نے ازراہِ حیرت پوچھا: الغلام؟ یعنی وہ نوجوان خالد۔ فرمایا وہی نوجوان خالد۔ پھر اس نے پوچھا، اس کے ساتھ کون لوگ ہیں؟ بتایا، بنو سلیم۔ ہادیِ برحق ﷺ نے جب اپنے سپہ سالاروں کو مختلف اطراف سے مکہ میں داخل ہونے کا حکم دیا تو ساتھ ہی یہ تاکید بھی فرمائی کہ وہ اپنی تلواروں کو بے نیام نہ کریں۔ جب تک کفار اِن پر حملہ کرنے میں پہل نہ کریں یا کسی پر حملہ نہ کریں۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولید کے علاوہ جتنے سپہ سالار مکہ میں اسلامی مجاہدوں کے ساتھ داخل ہوئے کسی نے ان پر حملہ کرنے کی جسارت نہ کی۔ البتہ حضرت خالد بن ولید جب مکہ کے جنوبی حصہ سے شہر میں داخل ہونے لگے تو وہاں چند قریشیوں نے ان کا راستہ روکنے کی کوشش کی اور اپنی تلواریں بے نیام کرلیں۔ حضرت خالد بن ولید نے بلند آواز سے انہیں نصیحت کی کہ بلاوجہ اپنے خون مت بہاؤ۔ تمہاری ان گیدڑ بھبکیوں سے لشکرِ اسلام کی پیش قدمی نہیں رکے گی۔ ہمیں اللہ کے پیارے رسول نے حکم دیا ہے کہ ہم آج مکہ کو فتح کر کے یہاں اسلام کا پرچم لہرا دیں اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہم یقینا آج اس شہر کو فتح کریں گے۔ لیکن کفار قریش نے حضرت خالد بن ولید کی اس نصیحت پر عمل کرنے سے انکار کر دیا اور مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ حضرت خالد بن ولید نے جوابی کارروائی کرنے کی اپنے مجاہدین کو اجازت دی۔ چشمِ زدن میں کفار کے پندرہ آدمیوں کی لاشیں خاک و خون میں لوٹنے لگیں۔ اس جھڑپ میں مسلمانوں کے صرف دو آدمی شہید ہوئے۔ (ضیاء النبی ﷺ، ج ۴، ص ۴۳۹)

غزوۂ حنین

رب قدیر نے ارشاد فرمایا: ''بے شک اللہ نے بہت جگہ تمہاری مدد کی اور حنین کے دن جب تم اپنی کثرت پر اترا گئے تھے تو وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اتنی وسیع ہو کر تم پر تنگ ہوگئی، پھر تم پیٹھ دے کر پھر گئے، پھر اللہ نے اپنی تسکین اتاری اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر اور لشکر اتارے جو تم نے نہ دیکھے''۔ (سورۂ توبہ، پ ۱۰، ۲۵۔ ۲۶، کنزالایمان) اس جنگ میں بھی حضرت خالد بن ولید شامل تھے۔

حصارِ طائف میں مکالمہ

معرکۂ حنین میں ہوازن وثقیف کا لشکر جرار شکست سے دوچار ہو کر نخلہ، اوطاس اور طائف کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ لشکر کی کثیر تعداد طائف کے مستحکم قلعوں میں مورچہ بند ہونے کے لیے دوڑی۔ ماہ شوال ۸؍ہجری میں سرکار دو عالم فداہ ابی و امی ﷺ نے طائف کی طرف روانگی کا حکم فرمایا۔ دفاعی نقطۂ نظر سے طائف کا شہر بہت مستحکم تھا اس کے اردگرد دوہری فصیل تھی۔ طائف کے باشندوں نے جب دیکھا کہ اسلامی لشکر ان کے شہر کے قریب پہنچنے والا ہے تو انہوں نے عزم مصمم کرلیا کہ وہ ہر قیمت پر اپنے شہر کا دفاع کریں گے اور مسلمانوں کے لیے اس شہر میں داخلے کو ناممکن بنادیں گے۔ سرکار دو عالم ﷺ کو جب طائف کے قبیلۂ ثقیف کی جنگی تیاریوں کا علم ہوا تو نبی کریم ﷺ نے اس کی سرکوبی کے لیے طائف کا رخ کیا۔ حضور پاک ﷺ نے اپنے سے پہلے حضرت خالد بن ولید کو ایک ہزار مجاہدین کا کماندار بنا کر طائف کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے طائف پہنچ کر قلعہ کے ایک کونہ میں اپنے خیمے نصب کردیئے۔ قبیلۂ ثقیف کے جوان مسلح ہو کر قلعہ کی دیوار پر کھڑے ہو گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے قلعہ کے اردگرد چکر لگایا تاکہ اس میں داخل ہونے کا کوئی راستہ دریافت کرسکیں۔ جب کوئی راستہ نہ ملا تو آپ نے ایک طرف کھڑے ہو کر بلند آواز سے قلعہ والوں کو پکارا کہ تم سے بعض آدمی قلعہ

سے اتر کر میرے پاس آئیں تا کہ ہم باہمی مذاکرات سے کسی نتیجہ پر پہنچیں۔جب تک تمہارے آدمی ہمارے پاس رہیں گے ہم ان کی حفاظت کے ذمہ دار ہوں گے اور اگر تمہیں ہمارے پاس آنے میں کوئی عذر ہے تو اسی شرط پر میں تمہارے پاس آنے کے لیے اور گفتگو کرنے کے لیے تیار ہوں۔تمہیں میری حفاظت کا یقین دلانا ہوگا۔انہوں نے کہا:''نہ ہم میں سے کوئی آدمی آپ کے پاس بات چیت کے لیے آئے گا اور نہ ہم آپ کو اپنے پاس آنے کی اجازت دیتے ہیں۔''انہوں نے کہا:''اے خالد! آج تک تمہارے صاحب کو کسی ایسی قوم سے جنگ کرنے کا اتفاق نہیں ہوا جو جنگ کرنے میں مہارت رکھتی ہو۔پہلی دفعہ انہیں ہم سے برسرِ پیکار ہونے کا موقع ملا ہے۔ہم انھیں بتائیں گے کہ جنگجو کیسے ہوتے ہیں اور میدان کارزار میں وہ اپنے مدمقابل کو کس طرح شکست سے دوچار کرتے ہیں۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ''ان گیدڑ بھبکیوں کا کوئی فائدہ نہیں۔میرے آقا محمد مصطفی ﷺ نے اس سے پہلے خیبر میں یہود کے قلعوں کو پاش پاش کر کے رکھ دیا۔اہلِ فدک کی طرف حضور ﷺ نے صرف ایک آدمی بھیجا تو انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔میں تمھیں اس ہولناک انجام سے ڈراتا ہوں جو بنی قریظہ کا مقدر بنا۔پھر حضور ﷺ نے مکہ پر اپنی فتح کا پرچم نصب کیا۔اس کے بعد قبیلۂ بنی ہوازن کو دنداں شکن شکست دی۔تمہاری تو ان طاغوتی قوتوں کے مقابلے میں کوئی حیثیت ہی نہیں۔تم صرف ایک چھوٹے قلعہ میں سمٹ کر بیٹھے ہو۔اگر رسول گرامی وقار ﷺ تم پر حملہ نہ بھی کریں گے تو اردگرد کے قبائل ہی تمہاری تکہ بوٹی کر دیں گے۔''

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو پہلے بھیجنے کے بعد رسول اکرم ﷺ ۸ ر ہجری ماہِ شوال میں بنفس نفیس طائف میں تشریف لائے۔(ضیاء النبی ﷺ، ج ۴، ص، ۵۲۱)اس محاصرے سے فائدہ یہ حاصل ہوا کہ طائف کے نواحی قبائل مسلمان ہو گئے۔طائف کی فتح کو حضور ﷺ نے اسی وقت ضروری نہ سمجھ کر وہاں سے مراجعت کی۔

(تاریخ اسلام، جلد اول، ص ر ۲۱۰)

نجران میں دعوتی خدمات

ماہ ربیع الاول ۱۰ ر ہجری میں پیغمبر اسلام ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو چار سو مجاہدین کا سالار بنا کر نجران کی طرف بھیجا تا کہ بنوالحارث بن کعب کو اسلام کی دعوت دیں۔ حضور انور ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو حکم دیا جب وہاں پہنچیں تو فوراً ان پر حملہ نہ کر دیں بلکہ انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیں۔صرف ایک مرتبہ نہیں بلکہ تین مرتبہ اسلام قبول کرنے کی دعوت دیں۔اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو ان کو امن دے دیں اور وہاں سکونت پذیر رہوں اور اس اثنا میں قرآن کریم اور سنّت نبوی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اسلام کے بنیادی عقائد وفرائض کے بارے میں ان کو تلقین کریں۔لیکن اگر وہ تین بار اسلام قبول کرنے کی دعوت کے بعد بھی اسلام کو قبول کرنے سے انکار کر دیں تو پھر ان کے ساتھ جنگ کرنے کی اجازت ہے۔اہل نجران نصرانی تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر عمل پیرا تھے۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ مدینۂ طیبہ سے روانہ ہو کر نجران کے علاقے میں پہنچے اور اپنے سواروں کے چھوٹے چھوٹے دستے بنا کر اس علاقے کے مختلف اطراف واکناف میں بھیجے تا کہ انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیں۔جب ان حضرات نے مختلف آبادیوں میں پہنچ کر اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو ان سب نے اسلام قبول کرلیا۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ یہاں کچھ عرصہ سکونت پذیر رہے اور حسب ارشادِ رسالت مآب ﷺ ان کو قرآن کریم کی سورتیں یاد کراتے رہے۔حضور ﷺ کی سنت مطہرہ پر ان کو آگاہ کرتے رہے اور دین اسلام کے بنیادی عقائد اور احکام پر عمل کرنے کی دعوت دیتے رہے۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کامیابی کے ساتھ اس علاقہ کو نورِ اسلام سے منور کرنے کے بعد بارگاہِ رسالت ﷺ میں ایک عریضہ ارسال کیا جس میں اپنی ساری سرگرمیوں کے بارے میں اطلاع درج کی۔سرکار دوعالم ﷺ نے اس مکتوب کا جواب تحریر فرمایا اور ان لوگوں کے اسلام قبول کرنے پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی،پھر فرمایا:''ان کو اللہ کی رحمت کی بشارت سنائیں،اللہ کی نافرمانی سے ڈرائیں،جب بھی مدینہ واپس آؤ تو ان کا ایک وفد اپنے ہمراہ لاؤ۔''حضرت خالد رضی اللہ عنہ جب مدینۂ طیبہ حاضر ہوئے تو ان کا ایک وفد اپنے ہمراہ لائے جو ان کے رؤسا پر مشتمل تھا۔(ضیاء النبی ﷺ، ج ۴، ص ر ۳۰۷)

آپ نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات میں جمادی الاولیٰ ۸ھ بمطابق ستمبر ۶۲۹ء اردن میں جنگ موتہ،۸ھ بمطابق ۶۳۰ء میں فتح مکہ،۸ھ بمطابق ۶۳۰ء میں غزوۂ حنین، ۱۵رشوال ۸ھ بمطابق ۵رفروری ۶۳۰ء کو غزوۂ طائف، رجب ۹ھ بمطابق اکتوبر ۶۳۰ء میں تبوک اور دومۃ الجندل کی مہمات اور ربیع الاول ۱۰ھ بمطابق جولائی ۶۳۱ء میں نجران کی مہم سر کیں۔

جنگ عقرباء (جنگ یمامہ) میں دلیری و حاضر دماغی

عہد صدیقی کا آغاز حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی فوجی زندگی کے عہد زریں کا آغاز بھی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کی خبر پھیلتے ہی عرب میں بغاوتیں اور شورشیں شروع ہوگئیں، ان بغاوتوں کو فرو کرنے میں سب سے نمایاں کردار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ادا کیا۔ سب سے شدید بغاوت یمامہ کی تھی، جہاں مسیلمہ کذاب نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر کے لوگوں کی ایک کثیر تعداد اپنے گرد جمع کر لی تھی۔ مسیلمہ ایک اسلامی دستے کو شکست بھی دے چکا تھا، اب امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اس کی طرف روانہ کیا۔ آپ یمامہ پہنچے تو مسیلمہ چالیس ہزار فوج کے ساتھ عقرباء کے میدان میں صف آرا ہو گیا۔ شوال ۱۱ھ بمطابق دسمبر ۶۳۲ء کو گھمسان کا رَن پڑا اور جنگ لحہ بہ لحہ تیز تر ہوتی گئی، آپ نے جب دیکھا کہ دشمن کا زور کسی طرح کم نہیں ہو رہا تو آپ نے فوج کی ترتیب بدل دی۔ آپ نے فرمایا: ''ہر قبیلہ علاحدہ علاحدہ ہو جائے اور علاحدہ ہو کر ہی دشمن سے مقابلہ کرے تاکہ یہ دیکھا جا سکے کہ کس قبیلے نے کیا کارہائے نمایاں انجام دیئے۔'' آپ کی اس تدبیر سے مسلمانوں کے حملے کا زور بڑھ گیا لیکن جب دشمن اس کے باوجود بھی میدان میں جما رہا تو آپ نے مسیلمہ کو گھیرنے کی کوشش کی اور اس کو اس حد تک دبایا کہ وہ قریب کے باغ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گیا بالآخر مسیلمہ مارا گیا۔ اس کی موت اس کی فوج کے لیے شکست کا باعث بنی۔ عقرباء کی جنگ میں اکیس ہزار کافر و مرتد

مارے گئے اور ان میں ساٹھ ہزار تعاقب میں ہلاک ہوئے۔ مسلمان شہدا کی تعداد میں ایک بہت بڑی تعداد قرآن پاک کے حافظوں کی بھی تھی، اب تک کسی جنگ میں نہ اتنی تعداد میں کافر مارے گئے اور نہ ہی مسلمان شہید ہوئے۔ غالباً اس جنگ میں مسیلمہ کی فوج کے اکیس ہزار (۲۱۰۰) لوگ مارے گئے اور بارہ سو مسلمان شہید ہوئے۔ (حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کی آپ بیتی، ص ۲۰، از: انجینئر محمود مجیب اصغر)

سلطنتِ فارس (ایران) کی مہم

حضرت خالد رضی اللہ عنہ ابھی یمامہ ہی میں تھے کہ فرات کی وادی میں ایرانیوں اور عربوں کے مابین جنگ چھڑ گئی۔ خلیفۃ المسلمین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فرمان پر آپ کو عراق کا رخ کرنا پڑا۔ سلطنت ایران کے خلاف لشکر کشی سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی فوجی زندگی کے ایک نئے باب کا آغاز ہوتا ہے۔ اب تک ان کا مقابلہ اپنے ہم قوم عربوں سے تھا جو اگرچہ اپنی صفات کے لحاظ سے جنگجو اور دلیر تھے مگر جنگی ساز و سامان اور جنگی تجربے کے لحاظ سے مسلمانوں پر کوئی خاص برتری نہیں رکھتے تھے۔ لیکن اب آپ کا سابقہ سلطنت ایران سے تھا، جس کا شمار دنیا کی طاقتور حکومتوں میں ہوتا تھا، جس کے پاس ہر قسم کا جنگی ساز و سامان وافر مقدار میں موجود تھا، ایرانی فوجی تربیت یافتہ سپاہی تھے اور ایرانی سپہ سالار ترکوں اور رومیوں کے خلاف طویل جنگوں کا تجربہ رکھتے تھے لیکن سیف اللہ کے مقابلے میں ایران کی یہ کثیر تعداد فوجیں بھی عربوں ہی کی طرح بے بس ثابت ہوئیں۔ اس عبقری سپہ سالار نے سوا سال سے بھی کم مدت میں اُبلہ سے لے کر فراض تک سات سو میل کا طویل علاقہ، جو دریائے فرات کے مغرب میں تھا، فتح کر لیا۔ آپ نے یہاں شہروں اور قصبوں کے کامیاب محاصرے کیے اور ایران نے جو بھی فوج بھیجی اسے شکست دی۔ ان لڑائیوں میں آپ کے پاس کسی بھی جنگ میں دشمن سے زیادہ فوج کبھی نہیں رہی اور دشمن بارہا ایک لاکھ اور کبھی اس سے زیادہ فوج میدان جنگ میں لایا۔ آپ نے ایران کے خلاف تقریباً پندرہ جنگیں لڑیں اور ان میں کم سے کم پانچ جنگیں، جنگ ذات السلاسل، جنگ نذار، جنگ کسکر، جنگ الیس اور جنگ فراضی ایسی ہیں جن کو ہم بڑی اور سخت لڑائیوں میں شمار کر سکتے ہیں۔

جنگ سلاسل

آپ نے ایرانیوں کے خلاف پہلی بڑی جنگ موجودہ کویت کے قریب کاظمہ کے مقام پر لڑی۔اس زمانے کے دستور کے مطابق آپ نے مغربی عراق کے حاکم ہرمز کو پہلے ایک خط لکھا جس میں اس کو اسلام کی دعوت دی اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ: ''یادرکھو تم کو ایسی قوم سے لڑنا پڑے گا جو موت کی اتنی ہی آرزومند ہے جتنی تم زندگی کی تمنا رکھتے ہو''۔ (نورانی حکایات،ص/ ۶۲،حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید،ص۶،از: ثروت صولت)

ہرمز نے کسریٰ فارس کو اس کی اطلاع دی اور خود ایک بھاری بھرکم فوج لے کر آیا۔ انفرادی زور آزمائی میں آپ نے ہرمز کو قتل کردیا اور ہرمز کی فوج کو شکستِ فاش ہوئی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہرمز کا قیمتی تاج آپ کو یہ کہہ کر لوٹادیا کہ ''یہ تمہارا حق ہے''۔آپ نے ایک لاکھ درہم میں اسے فروخت کیا۔اس جنگ میں ایک عجیب واقعہ رونما ہوا تھا امیر المومنین نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی مدد کے لئے صرف ایک آدمی پر مشتمل کمک ''قعقاع بن عمرو'' کو روانہ کیا تھا۔ہرمز کے سپاہی زنجیریں باندھے کھڑے تھے اس لیے اسے جنگِ سلاسل کہا جاتا ہے جو کہ محرم ۱۲/ھ مطابق اپریل ۶۳۳ء میں ہوئی۔(مرجع سابق،ص ۲۴)

اعتقاد اور خدا پر اعتماد

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی زیر کمان مسلمانوں کا لشکر مختلف ممالک میں فتوحات اسلامی کے ڈنکے بجارہا تھا اور اللہ تعالیٰ کی فتح ونصرت کے پرچم اڑا رہا تھا۔اسی سلسلہ میں شہر حیرہ کے باغی وطاغی کافروں کی شرارت وعہد شکنی کی خبر پا کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حیرہ کا رخ کیا۔ بہادرانِ اسلام کی آمد کی خبر سنتے ہی اہل حیرہ اپنے قلعوں میں گھس کر قلعہ میں بند ہو گئے۔حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے سب قلعوں کو گھیرے رکھا اور لڑائی اس لیے نہ چھیڑی کہ شاید یہ لوگ راہِ راست پر آجائیں۔لیکن جب ان کی طرف سے کوئی ایسی تحریک نہیں دیکھی تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حملہ کرکے شہر کی آبادی اور اس کے اندر کے دیروں اور کنیسوں پر قبضہ کر

لیا۔قبضہ کر لینے کے بعد عمرو عبدالمسیح جو کہ نہایت بوڑھا پیر فانی تھا اپنے قلعہ سے نکل آیا۔ مسلمانوں نے اسے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عبدالمسیح کی طرف توجہ فرمائی اور دریافت کیا،تمہاری عمر کتنی ہے؟ عمرو نے کہا'' سیکڑوں برس''۔بوڑھے کے ہمراہی خادم کے پاس ایک زہر کی پڑیا نکلی۔اس پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پوچھا اسے ساتھ کیوں لائے ہو؟ اس نے کہا:''اس خیال سے کہ اگر تم نے میری قوم کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا تو میں اسے کھا کر مرجاؤں اور اپنی قوم کی ذلت وتباہی نہ دیکھوں''۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس پڑیا سے زہر نکال کر اپنی ہتھیلی پر رکھا اور اس سے کہا''بے موت کوئی نہیں مرتا''اگر موت کا وقت نہ آیا ہو تو زہر بھی اپنا کچھ اثر نہیں کرسکتا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ''بِسْمِ اللّٰہِ خَیرِ الاَسْمَاءِ رَبِّ الاَرْضِ وَ السَّمَآءِ الَّذِیْ لاَ یُضُرُّ مَعَ اِسْمِهٖ دَاءٌ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ''۔یہ کلمات ادا کرکے وہ زہر پھانک لیا۔اس بوڑھے کافر نے یہ اعتقاد اور خدا پر اعتماد کا منظر دیکھا تو ششدر رہ گیا اور وہ تمام لوگ بھی حیران رہ گئے جو قلعوں سے نکل آئے تھے۔اور عمرو بن عبدالمسیح کی زبان سے تو یہ کلمہ بے اختیار نکل گیا کہ''جب تک تمہاری شان کا ایک شخص بھی تم میں موجود ہے تم اپنے مقصد میں ناکام نہیں رہ سکتے''۔(تاریخ اسلام،ج ۲،ص/ ۶۷ ۳، سچی حکایات،حصہ دوم،ص ۱۹۷)

سلطنتِ روم سے مدبھیڑ

اس زمانے میں دنیا کی سب سے بڑی دو حکومتیں تھیں روم اور فارس۔ پہلے روم کی حکومت تمام یورپ،مصر اور ایشیائے کوچک تک پھیلی ہوئی تھی اور اس کا مرکز اٹلی کا شہر روم تھا ۔بعد میں اس حکومت کے دو ٹکڑے ہو گئے۔مغربی حصے کا دار الحکومت تو روم ہی رہا لیکن مشرقی حصے کا دار الحکومت قسطنطنیہ ہو گیا۔مشرقی روم کا شہنشاہ بھی قیصر روم کہلاتا تھا اور اس کا نام ہرقل تھا۔ ہرقل کی حکومت میں مصر،حبشہ،فلسطین،شام،ایشیائے کوچک اور بلقان کے ممالک تھے ۔ہرقل کی حکومت مذہباً عیسائی تھی۔سلطنت روم میں شام ایک خوبصورت علاقہ ہے۔اس کی سرحد جنوب میں عرب کے ساتھ ملتی تھیں۔حلب،حمص اور دمشق شام کے ممتاز اور بڑے شہر

تھے۔شام کے مغرب میں انطاکیہ، بیروت، صور، عکّہ، جافہ، بحیرہ اور روم کے ساحل پر بندر گاہیں تھیں۔خلیفۃ المسلمین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے شام میں جہاد کرنے کے لیے سات سات ہزار کے چار لشکر بنائے۔حضرت عمرو بن عاص کو فلسطین، حضرت یزید بن ابو سفیان کو دمشق، حضرت شرجیل بن حسنہ کو اردن اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو حمص کے محاذ پر مقرر فرمایا گویا کہ چار سالار اور چاروں کے محاذ مختلف۔خود ہرقل قسطنطنیہ سے مسلمانوں سے آٹھ گنا زیادہ لشکر لے کر شام آیا تو امیر المومنین نے فرمایا:"واللہ! میں خالد بن ولید کے ذریعے رومیوں اور شیطان کے ساتھیوں کو نیست و نابود کروں گا"۔(طبری، بحوالہ: حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کی آپ بیتی، ص ۲۶) چنانچہ امیر المومنین نے آپ کو خط لکھ کر مطلع فرمایا کہ شام پہنچ کر اسلامی فوج کے سپہ سالار کی حیثیت سے خدمات انجام دو۔ چنانچہ آپ انتہائی دشوار گزار راستوں سے انتہائی قلیل مدت میں ملک شام پہنچے۔آپ کی قیادت میں اسلامی لشکر نے بصریٰ، اجنادین، دمشق اور دیگر علاقوں کو فتح کیا۔یہ تمام فتوحات ۱۳ھ بمطابق ۶۳۴ء میں واقع ہوئیں۔(مرجع سابق، ص ۲۶)

عین التمر کی پُر خطر مہم

عراقی مہم میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خط ملتا ہے جس میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی امداد کے لیے فوراً روانہ ہونے کا فرمان تھا۔وہ شام کی طرف کوچ کرنے کا قصد فرماتے ہیں اور عین التمر کی راہ سے جو سب سے قریب راستہ ہے، حدود شام میں داخل ہونے کی تجویز پیش کرتے ہیں۔اس دشوار گزار صحرا کی مشکلات سے واقفیت رکھنے والے حضرت رافع رضی اللہ عنہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیتے ہیں کہ عین التمر کی راہ سے تشریف لے جانے کا قصد ترک کر دیجئے کیونکہ اس خوفناک صحرا میں قدم رکھنا جان بوجھ کر موت کو دعوت دینا ہے۔یہ ایسا راستہ ہے کہ پانچ دن کی منزل میں پانی کا ایک قطرہ بھی کہیں سے دستیاب نہ ہوگا۔سواری اور بار برداری کے جانوروں کا ہلاک ہوجانا یقینی ہے۔کوئی اور

ہوتا تو حضرت رافع رضی اللہ عنہ کے اس مشورے کو قبول کر کے قریبی راہ سے جانے کا ارادہ ترک کر دیتا۔لیکن حضرت خالد رضی اللہ عنہ کسی مشکل سے گھبرانے کی جگہ اس پر قابو پانے کی تجاویز سوچتے ہیں۔آپ فرماتے ہیں کہ چالیس اونٹوں کو اچھی طرح پانی پلا کر ان کے منہ باندھ دیئے جائیں اور ہر مسلمان اپنی ضرورت کے مطابق پانی ساتھ لے لے۔آپ ہر منزل پر دس اونٹ ذبح کراتے ہیں اور ان کے پیٹ سے نکلا ہوا پانی ٹھنڈا کر کے جانوروں کو پلاتے ہوئے موت کی اس وادی کو نہایت کامیابی کے ساتھ عبور کر لیتے ہیں۔یہ عزم اور تدبیر کا کتنا بڑا مظاہرہ ہے اس کا اندازہ صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جنھوں نے عرب کے وسیع ریگستانوں میں پیاس کے سبب ہلاک ہونے والے قافلوں کی ہڈیاں بکھری ہوئی دیکھی ہیں یا جو اس حقیقت سے آشنا ہیں کہ بڑے سے بڑے بہادر بھی کسی ایسے راستے پر قدم بڑھانے کی جرات نہیں کر سکتا جس میں پانچ دن تک پانی ملنے کا امکان نہ ہو۔(سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، ص ۲۲)

ان تمام باتوں کے علاوہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی زندگی میں سب سے زیادہ قابل لحاظ امر یہ ہے کہ ان کے ہمراہی صحرائے عرب کے غیر تربیت یافتہ مٹھی بھر افراد تھے۔خود انھوں نے بھی کسی فوجی کالج میں باقاعدہ تعلیم حاصل نہ کی تھی۔پھر مقابلہ کس کے ساتھ تھا؟ قیصر روم اور شہنشاہِ ایران کے آہن پوش منظم لشکروں کے ساتھ۔جن کے وسائل اور سامان حرب کا کوئی اندازہ بھی قائم کرنا مشکل تھا۔وسیع اور دولت مند سلطنتیں ان کی پشت پر تھیں اور اپنے سالاروں کو برابر کمک بھیجتی رہتی تھیں۔ادھر مسلمانوں کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی کے پاس تلوار ہے تو نیام ندارد، نیزہ ہے تو ڈھال نہیں اور گھوڑا ہے تو زین سے محروم۔اپنے وطن سے کئی منزلیں دور، پرائے ملک میں آ کر ایسے بے سروسامان لشکر کا رومیوں اور ایرانیوں کے عظیم الشان لشکروں کو شکست دینا کسی معجزے سے کم نہیں۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عراق اور شام میں جتنی لڑائیاں لڑیں ان تمام میں کوئی ایک جنگ بھی ایسی نہیں جس میں مسلمانوں کی تعداد دشمن کی فوج کے نصف کے برابر ہو۔لیکن ہر معرکے میں مظفر و منصور رہے، ہر لڑائی میں دشمن کو شکست فاش دی۔

غیر مسلموں سے فیاضانہ سلوک

اپنی غیر مسلم رعایا سے جس فیاضانہ سلوک کا اسلام نے حکم دیا ہے اور اسلامی فوجوں کو دشمنوں کے ملک میں داخل ہو کر جس ضابطۂ اخلاق کا پابند اسلام نے بنایا ہے، اس کی مثال پیش کرنے سے تاریخ عالم قاصر ہے اور ان شآءاللہ ابدالآباد تک قاصر ہی رہے گی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب شام میں فوج کشی کا حکم ہوا تو حضرت خالد، یزید بن ابوسفیان ،ابوعبیدہ بن جراح اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو علاحدہ علاحدہ دستوں کا سپہ سالار اور سب کے اوپر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر بنا کر روانہ فرمایا گیا۔ جب فوجیں روانہ ہوئیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فوج کے افسروں کو ہدایت فرمائی: ''تم ایک ایسی قوم کو پاؤ گے جنہوں نے اپنے آپ کو خدا کی عبادت کے لیے وقف کر دیا ہے، انہیں مت چھیڑ کنا، میں تمھیں دس وصیتیں کرتا ہوں (۱) کسی عورت، بچے اور بوڑھے کو قتل نہ کرنا (۲) پھل دار درخت کو مت کاٹنا (۳) کسی آبادی کو ویران نہ کرنا (۴) کھانے کی ضرورت کے سوا بکری اور اونٹ کو بیکار ذبح مت کرنا (۵) نخلستان نہ جلانا (۶) مالِ غنیمت میں غبن نہ کرنا (۷) بزدلی مت دکھانا''۔ حیرہ نامی مقام کے عیسائیوں نے جب اطاعت قبول کی تو عہد صدیقی میں جو معاہدہ اہل اسلام اور ان عیسائیوں کے درمیان ہوا تھا اس میں یہ الفاظ بھی تھے۔ (۸) ان کی خانقاہیں اور گرجے نہیں ڈھائے جائیں گے اور نہ کوئی ان کا ایسا محل گرایا جائے گا جس میں بوقت ضرورت دشمنوں کے مقابلے کے لیے قلعہ بند ہوتے ہوں (۹) انہیں ناقوس بجانے کی ممانعت نہ ہو گی اور (۱۰) نہ وہ اپنے مذہبی تہواروں میں صلیب نکالنے پر روکے جائیں گے۔'' (نورانی حکایات، ص ر ۶۳)

ہم تمھیں بادلوں سے بھی اتار لائیں گے

حضرت خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے دمشق اور اردن کی فتح کے بعد شام کے اہم ترین شہر قنسرین کا محاصرہ کیا۔ اہل قنسرین اس صورت حال سے نپٹنے کے لیے کافی دیر سے تیاری کر رہے تھے۔ چنانچہ قلعہ بند ہو کر بیٹھے رہے۔ جب محاصرے نے طول کھینچا تو ایک دن

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بنفس نفیس شہر پناہ کے دروازے کے پاس پہنچے اور زور زور سے دروازہ کھٹکھٹا کر آواز دی۔ فصیل کے برج سے محافظوں نے دیکھا اور آنے کا سبب پوچھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہارے حاکم یا اس کے نمائندے سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ حاکم کا نمائندہ فصیل پر چڑھا۔ آپ نے اس سے فرمایا: '' تمہاری یہ حرکت بالکل فضول اور بے فائدہ ہے کہ محصور ہو کر قلعہ میں بیٹھ گئے ہو، واللہ! ہمارے پیش نظر نہ مالِ غنیمت حاصل کرنا ہے اور نہ ہی ملک فتح کرنا۔ ہم تو محض خدا کے نام کی سربلندی کے لیے یہاں آئے ہیں ہم سے ہمارے پیغمبر ﷺ کا وعدہ ہے کہ ہم یہ ملک فتح کر کے رہیں گے۔ خدا کی قسم! اگر تم بادلوں میں بھی جا چھپو تو ہم تمھیں وہاں سے بھی نیچے اتار لائیں گے، زود یا بدیر تمہیں بخوشی یا بزور ہماری اطاعت قبول کرنا ہو گی''۔ حاکم قنسرین کو جب یہ پیغام پہنچایا گیا تو وہ کانپ اٹھا اور فوراً مشورہ کرنے کے لیے دربار آراستہ کیا۔ ایک بوڑھے پادری نے رائے دی کہ شہر کا دروازہ کھول دیا جائے اور مسلمانوں سے صلح کر لی جائے۔ مسلمانوں کے سپہ سالار نے جو کچھ کہا ہے یہ اس کا اپنا قول نہیں ہے'' مجھے اس میں اقوال نبوت کی خوشبو آتی ہے''۔ چنانچہ اسی رائے پر عمل ہوا اور قنسرین پر بآسانی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ (نورانی حکایات، ص ۶۷)

فتوحات کا راز

شفا شریف کی روایت ہے، حضرت سیدنا خالد رضی اللہ عنہ اپنی فتوحات کا راز بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ '' خوش قسمتی سے حضور اکرم نور مجسم ﷺ کے موئے مبارک میرے پاس تھے، میں نے ان کو اپنی ٹوپی میں آگے کی طرف سی رکھا تھا، ان مقدس بالوں کی برکت تھی کہ عمر بھر ہر جہاد میں مجھے فتح و نصرت حاصل ہوتی رہی۔'' جنگ یرموک میں آپ للکارتے ہوئے لشکرِ کفار کی طرف بڑھے۔ ادھر سے ایک پہلوان نکلا جس کا نام ''نسطور'' تھا۔ دونوں میں دیر تک سخت مقابلہ ہوتا رہا کہ آپ کا گھوڑا ٹھوکر کھا کر گر گیا اور آپ زمین پر تشریف لے آئے اور آپ کی ٹوپی مبارک زمین پر جا پڑی۔ نسطور موقع پا کر آپ کی پیٹھ پر آ گیا۔ اس وقت آپ پکار پکار کر اپنے رفقا سے فرما رہے تھے کہ میری ٹوپی مجھے دو، خدا تم

پر رحم کرے۔ ایک شخص جو آپ کے قبیلے ہی سے تعلق رکھتا تھا دوڑ کر آیا اور ٹوپی مبارک
اٹھا کر آپ کو پیش کر دی۔ آپ نے اسے پہن لیا اور نسطور کا مقابلہ یہاں تک کیا کہ اسے جہنم
رسید کیا۔ لوگوں کے دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا: ”اس ٹوپی میں حضور اکرم ﷺ کے
بال مبارک ہیں جو مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہیں، ہر جنگ میں ان مبارک بالوں کی
برکت سے میں فتح یاب ہوتا ہوں، اسی لیے میں بے قراری سے اپنی ٹوپی کی طلب میں تھا کہ
کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی برکت میرے پاس نہ رہے اور وہ کافروں کے ہاتھ لگ
جائے۔“ (طبرانی وابویعلیٰ، بحوالہ: موئے مبارک، ص ۱۳۰)

ایک اور روایت میں ہے کہ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ تھوڑی سی فوج ساتھ لیے ملک شام
میں ”جبلہ“ کی قوم کے مقابلے کے لیے گئے اور ٹوپی مبارک گھر میں بھول گئے، جب
مقابلہ ہوا تو رومیوں کا بڑا افسر مارا گیا، اس وقت جبلہ نے تمام لشکر کو حکم دیا کہ مسلمانوں پر
یکبارگی سخت حملہ کر دو، حملے کے وقت صحابۂ کرام کی حالت انتہائی نازک ہوگئی، یہاں تک
کہ سیدنا رافع بن عمر طائی رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کہا: ”آج معلوم
ہوتا ہے کہ ہماری قضا آ گئی ہے۔“ حضرت خالد نے کہا: ”سچ کہتے ہو، اس لیے کہ آج میں
ٹوپی گھر بھول آیا ہوں“، اِدھر تو یہ حالت تھی اور اُدھر اسی رات مدینے کے تاجدار مصطفیٰ کریم
ﷺ سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ (جو لشکر اسلام کے امیر تھے) کے خواب میں
تشریف فرما ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم اس وقت سو رہے ہو، اٹھو اور خالد کی
مدد کو پہنچو، کفار نے ان کو گھیر لیا ہے۔“ آپ اسی وقت اٹھے اور لشکر میں اعلان کر دیا کہ
فوراً تیار ہو جاؤ۔ راستے میں انہوں نے ایک سوار کو دیکھا جو گھوڑا دوڑائے ہوئے ان کے
آگے آگے جا رہا تھا، چند تیز رفتار سواروں کو حکم دیا گیا کہ اس کا حال معلوم کرو۔ سوار جب
قریب پہنچے تو پکار کر کہا: ”اے جواں مرد سوار! ذرا ٹھہرو!“ یہ سنتے ہی وہ ٹھہر گیا، دریافت
کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ حضرت خالد کی زوجۂ محترمہ تھیں، حضرت ابوعبیدہ کے دریافت
کرنے پر انہوں نے کہا کہ ”اے امیر! جب رات کو میں نے سنا کہ آپ نے لشکر اسلام

کو نہایت بے تابی سے حکم فرمایا کہ سیدنا خالد کو دشمنوں نے گھیر لیا ہے تو میں نے خیال کیا کہ
وہ کبھی ناکام نہ ہوں گے کیونکہ ان کے ساتھ رسول گرامی وقار ﷺ کے موئے مبارک
ہیں۔ لیکن جوں ہی میں نے دیکھا تو میری نظر ان کی ٹوپی پر پڑی جس میں موئے مبارک
تھے۔ مجھے نہایت ہی افسوس ہوا اور میں اسی وقت چل پڑی کہ کسی طرح اس ٹوپی مبارک
کو ان تک پہنچا دوں۔“ امیر قافلہ نے فرمایا: ”جلدی جاؤ خدا تمہیں برکت
دے۔“ سیدنا رافع بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”حالت یہ تھی کہ ہم اپنی زندگیوں سے
بالکل مایوس ہو گئے تھے کہ اچانک تکبیر کی آواز آئی۔ حضرت خالد نے جب آواز کی سمت
نظر فرمائی تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سوار آ رہا ہے، آپ اس سوار کے قریب پہنچے اور پوچھا: تم
کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں تمہاری بیوی ”ام تمیم“ ہوں، تمہاری مبارک ٹوپی
لائی ہوں جس کی برکت سے دشمنوں پر فتح پایا کرتے ہو۔“

راویِ حدیث قسم کھا کر کہتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید نے ٹوپی مبارک پہن کر جب
کفار پر حملہ کیا تو لشکرِ کفار کے پاؤں اکھڑ گئے اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوگئی۔ صحابۂ کرام
کے نزدیک ان مقدس بالوں کی کتنی قدر و شان تھی، اور پھر وہ جلیل القدر صحابی جن کو شاہِ امم
نے ”سیف من سیوف اللہ“ (اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار) کے نورانی خطاب سے
نوازا۔ ان کی یہ حالت ہے کہ ایسے نازک وقت میں جبکہ دشمن خنجر بکف ان کے سر پر تھا، بڑی
بے تابی سے ٹوپی طلب فرما رہے ہیں اور صاف صاف فرما رہے ہیں کہ میری ساری فتوحات
کا باعث یہی ٹوپی مبارک ہے۔ یہ موئے مبارک کا اعجاز ہے کہ ہر معرکہ پر ان کی برکت سے
فتح و کامرانی سیدنا خالد بن ولید کے قدم چومتی رہی۔

عہدۂ سپہ سالار سے برطرفی

۲۲؍ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ بمطابق ۲۲؍ اگست ۶۳۴ء کو امیر المومنین سیدنا صدیق
اکبر رضی اللہ عنہ نے اس دارِ فانی سے پردہ فرمایا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مسند خلافت
پر جلوہ گر ہوئے۔ کسی وجہ سے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اللہ کی تلوار حضرت خالد بن ولید

کوسپہ سالاری کے عہدہ سے معزول کیااور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کوسپہ سالار مقرر فرمایا۔ ۳۰/شعبان ۱۳ھ بمطابق ۲۲/اکتوبر ۶۳۴ء کی صبح لشکرِ اسلام کوسیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اعلان کیا گیا۔ دمشق میں مقیم لشکر نے غائب نمازِ جنازہ پڑھی اور نئے خلیفہ کی بیعت کا اقرار کیا۔ اس کے بعد سپہ سالار کی تبدیلی کا اعلان کیا گیا۔ حضرت خالد بن ولید نے امین الامت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں وہی جوہر دکھائے جوسپہ سالاری کے ایام میں دکھاتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''واللہ! اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی کم عمر بچے کوبھی میرا امیر بنادیتے تو میں اس کی بھی اطاعت کرتا، میں نے تو اپنی زندگی خدا کی راہ میں وقف کی ہوئی ہے''۔ (ماہ نامہ استقامت ،کان پور، اسلامی جہاد نمبر، ۲۰۰۵، حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کی آپ بیتی، ص ۳۵)

امین الامت کی قیادت میں آپ نے جنگ یرموک اور بیت المقدس کے محاصرے میں جنگی حکمت عملی اور محیر العقول منصوبوں کے ذریعے دشمنان اسلام کو دم بخود کر دیا۔ چار ماہ کے محاصرے کے بعد بیت المقدس والوں نے اس شرط پر ہتھیار ڈالنے کی پیش کش کی کہ صلح کے معاہدہ پر دستخط کے لیے خود مسلمانوں کے خلیفہ آئیں۔ امین الامت کا خط پڑھ کر امیر المومنین ربیع الاول ۱۶/ھ بمطابق اپریل ۶۳۷ء کو ملک شام تشریف لائے۔ جابیہ کے مقام پر آپ کا پُر تپاک استقبال کیا گیا، آپ انتہائی سادہ لباس میں تھے۔ بعض لوگوں نے آپ کو ترکی گھوڑا اور لباس پیش کیا۔ اس پر آپ نے وہ تاریخی جملے ارشاد فرمائے جو آج بھی ہمیں جذبۂ عمل فراہم کررہے ہیں، آپ نے فرمایا: ''اللہ نے ہمیں اسلام کی جو عزت دی ہے ہمارے لیے وہی کافی ہے''۔ (مرجع سابق، ص ۳۹) پادریوں نے خود آپ کو قبلۂ اول کی چابیاں دیں۔ بیت المقدس کے حصول کے بعد آپ فتح شدہ علاقوں کا دورہ کر کے اور سرحدوں کی حفاظت کا انتظام کر کے مدینہ شریف تشریف لے گئے۔ بیت المقدس کے پادری کے ساتھ امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے معاہدے پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بھی بطور گواہ دستخط کیے۔ (مرجع سابق، ص ۳۹)

فوج سے معزولی

مرعش سے واپسی پر بنی کندا کے ایک سردار اشعث بن قیس نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی تعریف میں ایک قصیدہ پڑھا اور انھیں ایک عظیم فاتح قرار دیا، آپ نے خوش ہو کر اسے دس ہزار درہم بطور انعام دیئے۔ یہ خبر امیر المومنین کو ملی تو آپ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو مدینہ شریف بلوایا اور فوج سے سبکدوش کر دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ فوج سے علیٰحدہ ہو کر حمص میں مقیم ہو گئے۔ امیر المومنین نے سالانہ تین ہزار درہم آپ کا وظیفہ مقرر فرمایا۔ تاریخ شاہد ہے کہ جس نیک دلی اور حوصلے سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین کے احکام کی تعمیل کی اس کی مثال نہیں ملتی۔ فوجوں کا سپہ سالار اختیار رکھتا تھا کہ اپنے احکام منوا لے لیکن جس نے اپنے آپ کو راہِ خدا میں وقف کر دیا ہو وہ ذاتی شان وشوکت کا محتاج نہیں ہوتا۔ آپ کی معزولی کے بعد سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سلطنت کے تمام علاقوں میں ایک گشتی مراسلہ بھجوایا تھا جس میں لکھا تھا کہ: ''میں نے خالد رضی اللہ عنہ کو کسی ناراضی یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا ہے بلکہ فوجی کارناموں کی وجہ سے لوگ فتنے میں مبتلا ہو رہے تھے اور خدشہ تھا کہ کہیں مسلمان خالد پر ہی انحصار نہ کرلیں۔ میں نے انہیں اس لیے معزول کیا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ فتح ونصرت خدا کی طرف سے ہے اور ہم سب اس کے بندے ہیں۔'' (نورانی حکایات، ص ۴۷)

آپ شہید کیوں نہیں ہوئے؟

قبول اسلام کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بے شمار جنگیں لڑیں اور معزولی کے بعد چار سال تک غیر فوجی زندگی گزاری۔ ۲۱/ھ (۶۴۲ء) میں آپ علیل ہوئے۔ خلافت فاروقی کے پانچویں یا چھٹے سال آپ کا دوست آپ کی عیادت کے لیے آیا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو کچھ سوچ کر رونا آ گیا، دوست نے دریافت کیا: ''آپ کیوں روتے ہیں؟ کیا دنیا کا سب سے بڑا جرنیل موت سے خوفزدہ ہے؟'' تو فرمایا: ''افسوس تم میری بے چینی کا سبب غلط سمجھے ہو۔ میں نے جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھوں میں ہاتھ دیا ہے، بیسیوں جنگیں

لڑیں ہیں اور ہر جنگ میں اس آرزو کو لے کر گیا ہوں کہ مجھے میدان جنگ میں شہادت نصیب ہو، لیکن آہ!! میری یہ آرزو پوری نہ ہوسکی، میں موت کو ہر میدان میں ڈھونڈتا رہا اور وہ مجھ سے بھاگتی رہی، آخر آج اس نے مجھے بستر پر آگھیرا ہے۔ میرا جسم کھول کر دیکھو، کہیں چپہ بھر جگہ نہ ملے گی جس پر تیر، تلوار، نیزے یا خنجر کا زخم نہ ہو۔ بزدلوں پر حیف ہے کہ وہ ہر روز مرتے ہیں لیکن بہادروں کی موت صرف ایک دفعہ واقع ہوتی ہے۔'' دوست نے کہا: ''خالد تمہیں یاد ہوگا حضور اکرم ﷺ نے تمہیں ''سیف اللہ'' کا لقب دیا تھا اگر کوئی دشمن تمہیں شہید کر دیتا تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ دشمن نے اللہ کی تلوار توڑ دی ہے اور یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔'' (حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کی آپ بیتی، ص ۴۲، نورانی حکایات، ص ر ۵۳)

وفات

مختصر علالت کے بعد اسلام کا یہ بہادر سپاہی شہادت کی حسرت لیے اللہ کو پیارا ہو گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے وفات کی خبر آناً فاناً سارے عالم اسلام میں پہنچ گئی۔ اہل مدینہ افسردہ ہوگئے، خلیفۃ المسلمین کی آنکھیں بھی اشکبار ہوگئیں۔ حمص والوں نے آپ کی آرام گاہ ''شاہراہِ حما'' پر ایک باغ میں مسجد بنائی جسے لوگ ''مسجد خالد بن ولید رضی اللہ عنہ'' کہتے ہیں۔ آپ نے اٹھاون سال کی عمر پائی۔ حضرت خالد کی وفات کے بعد جب ان کے اثاثے کا جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ آپ نے ایک غلام، ایک گھوڑا اور چند ہتھیاروں کے سوا کچھ نہیں چھوڑا۔ اللہ اللہ! دنیا کا سب سے بڑا جرنیل اور ذاتی اثاثے کی یہ کیفیت۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کی زندگی کا مقصد نہ ذاتی وجاہت تھا اور نہ پُرتکلف زندگی۔ بلکہ راہِ خدا میں شہادت کی طلب ہی ان کا مقصد حیات تھا۔ ان کی جان اللہ کی راہ میں وقف تھی اور مال بھی اللہ کی راہ میں صرف ہوا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی وفات کی اطلاع ملی تو بے حد غمگین ہوئے اور انہوں نے فرمایا: ''مسلمانوں کو ایک ایسا نقصان پہنچا ہے جس کی تلافی نا ممکن ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ ایسے جرنیل کہ اب شاید ہی کوئی ان کی جگہ لے سکے، وہ دشمن کے لیے مصیبت تھے''۔ (سیدنا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، ص ۱۹)

جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھایا گیا تو آپ کی ہمشیرہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت ولید اپنے بھائی کی مفارقت میں جگرخراش نالہ وفغاں کرتی تھیں۔ اس وقت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی برداشت نہ کر سکے اور بے اختیار ان کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور فرمایا: ''اب مائیں خالد جیسا فرزند جننے (پیدا کرنے) سے معذور ہیں۔ حضرت خالد کی موت ناقابل تلافی نقصان ہے۔ اے ابوسلیمان خالد! تجھے اسلام اور اہل اسلام کی طرف سے نیک جزا عطا کرے، تو نے اسلامی عظمت کو چار چاند لگا دیئے''۔ (نورانی حکایات، ص ۵۳)

ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی والدہ کو دیکھا کہ بیٹے کے غم میں ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گئی تھیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ ''یہ کون بی بی ہیں جو اس قدر مغموم و پریشان ہیں؟'' لوگوں نے عرض کیا کہ خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کی والدہ ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''خوش قسمت ہے وہ ماں جس کے بطن سے خالد جیسا فرزند پیدا ہوا''۔ پھر فرمایا: ''جب تک نعمت موجود ہو، اس کی قدر کی جاتی لیکن جب وہ ضائع ہو جائے تو اس کی قدر و منزلت پہچانی جاتی ہے''۔ ایک دفعہ عرب کا ایک شاعر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا ''مجھے خالد بن ولید کے متعلق اپنے اشعار سناؤ''۔ وہ عرب کا بہترین شاعر تھا لیکن اشعار سننے کے بعد سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم خالد کا حق ادا نہیں کر سکے''۔ (سیدنا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، ص ۲۰)

اولاد

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے تین بیٹے تھے۔ سلیمان آپ کے بڑے بیٹے تھے جو مصر کی جنگ میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ عبدالرحمن جو ۴۶ھ تک زندہ رہے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کسی نے آپ کو زہر دے دیا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا ایک پوتا بھی تھا، آپ کا ہم نام تھا، خالد بن عبدالرحمن بن خالد بن ولید۔ وہ بھی ان کی طرح بہادر تھے لیکن ان سے نسل آگے نہ بڑھ سکی۔ (حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کی آپ بیتی، ص ۴۳)

یہ ایسی باتیں ہیں جو کسی بھی قوم کے ہیرو اور دنیا میں کسی بھی جرنیل کی زندگی میں نہیں ملتی۔انسانیت کی پوری تاریخ میں صرف حضرت خالد رضی اللہ عنہ ہی ایک ایسے جرنیل ہیں جنہوں نے سامانِ حرب کی کثرت اور ٹڈی دل دشمن سے کئی بڑی لڑائیاں حسن تدبیر اور شجاعت کے بل بوتے پر فتح کیں اور لکیر کا فقیر بن کر دوسروں کے بنائے ہوئے قاعدوں اور طریقوں کے مطابق بساطِ جنگ سجانے کی بجائے ایک مجتہد اور مخترع شان سے جنگ کے قاعدے اور نئے اسلوب وضع کئے۔اکثر لڑائیوں کے ذکر میں یہ بات ملے گی کہ انہوں نے اپنے لشکر کو چند قدم پیچھے ہٹا کر فتح حاصل کی۔بعض اوقات عام فوجی اصولوں کے خلاف بالکل معمولی طاقت کے ساتھ دشمن کی بڑی بڑی جماعتوں پر ٹوٹ پڑے۔کبھی بجلی کی سی تیزی کے ساتھ ہفتوں اور مہینوں کی مسافت دنوں میں طے کر کے دشمن کی توقع اور اندازے کے بالکل خلاف اسے منزلوں آگے جالیا۔غرض کہ موقع اور ضرورت کے مطابق انہوں نے اپنے قاعدے خود بنالئے اور اس بات کی کبھی پروا نہیں کی کہ دنیا کے ماہرینِ جنگ نے ایسے مواقع کے لیے کیا تدابیر بتائی ہیں۔

پھر یہ بھی نہیں کہ اس مشہور مقولے کے مطابق ''جنگ اور محبت میں سب کچھ جائز ہے'' انہوں نے ہر چالاکی اور مکاری کو جائز سمجھا ہو، صلح اور جنگ دونوں صورتوں میں باہمی معاہدوں اور وعدوں کا جس قدر لحاظ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کرتے تھے شاید ہی کسی اور قوم کے ہیرو نے کیا ہو۔اپنے عہد کا پاس، پاک بازی، فرض شناسی، بالغ نظری، موقع شناسی، اپنی جان کے مقابلے میں اپنے مشن سے محبت، ناقابل شکست اعتماد اور بے نظیر شجاعت، یہ تمام خوبیاں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے کردار میں بدرجۂ اتم نظر آتی ہیں۔انہوں نے اپنے مقصد کے مقابلے میں اپنی زندگی کو کبھی عزیز نہیں رکھا۔دوسرے جرنیلوں کی طرح قلب لشکر میں محفوظ مقام پر رہ کر احکام صادر کرنے کی بجائے وہ ہمیشہ صف میں رہ کر دشمن سے دست بدست جنگ کرتے تھے۔انہیں اسلام کی صداقت اور اپنی مہم کی کامیابی کا اسی طرح یقین تھا جس طرح دوسرے دن سورج نکلنے کا۔وہ قبل از وقت دشمن کی جنگی چالوں کو سمجھنے میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے۔انہیں اپنے سپاہیوں کی جان اور عزت

کا ہر وقت خیال رہتا تھا۔ان کی زیادہ سے زیادہ کوشش ہوتی تھی کہ کم سے کم جانی نقصان کے ساتھ لڑائی میں فتح ہو، بے غرضی اور اولی الامر کے ساتھ وفاداری کا یہ عالم تھا کہ اپنی معزولی کی خبر سن کر ان کے تیور پر بل تک نہیں آیا اور نہ ان کی جدوجہد اور جنگی مساعی میں فرق آیا۔یہی وہ خوبیاں ہیں، جن کی وجہ سے آج ہر ایک مخالف کو کہنا پڑتا ہے کہ

''خالد دنیا کا سب سے بڑا جرنیل تھا''۔

کتابیات:

(۱) ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جلد چہارم، از: علامہ پیر کرم شاہ ازہری
(۲) الخصائص الکبریٰ، جلد اول، از: علامہ جلال الدین سیوطی، مترجم: علامہ مقبول احمد
(۳) غزوات میں معجزاتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، از: سید فیاض حسین شاہ، میڈرڈ، اسپین
(۴) سیدنا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، از: ابوریحان ضیاء الرحمن فاروقی
(۵) حضرت خالد بن ولید کی آپ بیتی، از: انجینئر محمود مجیب اصغر
(۶) نورانی حکایات، از: مولانا محمد منشا تابش قصوری
(۷) سچی حکایات، از: مولانا ابوالنور محمد بشیر صاحب
(۸) حضرت خالد بن ولید، از: محترم ثروت صولت
(۹) تاریخ اسلام، جلد اول، دوم، از: مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی
(۱۰) موئے مبارک، از: مولانا یاسین اختر مصباحی
(۱۱) ماہ نامہ استقامت کانپور، اسلامی جہاد نمبر اگست ۲۰۰۵ء

☆☆☆